بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات

پیپلز پارٹی کے سربراہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو پاکستان کی سیاست کے افق پر جس طرح طلوع ہوئے اس سے کوئی شخص بے خبر نہیں اور دور ایوبی میں آپ نے جو خفی و جلی خدمات انجام دیں اس سے بھی ایک زمانہ واقف ہے پچھلے عام انتخابات میں سندھ اور پنجاب میں انھیں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے اسباب کیا تھے وہ بھی کسی سے ڈھکے چھپے نہیں، بہرحال اپنے ماضی اور ایوبی آمریت کی خدمت کے باوصف اس غیر متوقع کامیابی نے جناب بھٹو کو آپے سے باہر کر دیا اور وہ بجائے فروتنی و انکساری کے کبر و نخوت اور رعونت و فرعونیت کے پیکر بن گئے۔ اور دیوی اقتدار کے وصال سے شادکام ہونے سے پیشتر ہی اپنے سیاسی مخالفین کو اس طرح کچلنے اور مسلنے کی دھمکیاں دینے لگے گویا کہ وہ ان کے دیس کے باسی اور ان کی قوم کے فرد ہی نہیں رہے۔ اور پھر انہوں نے ایسا لب و لہجہ اختیار کیا جو ایک اسلامی دیس کے سیاسی لیڈر ورا ہنما تو کجا ایک عام شریف آدمی کو بھی زیب نہیں دیتا، چنانچہ اپنی فتح کے بعد لاھور میں پنجاب اسمبلی کے سامنے ان کی تقریر ان کی شیرینیٔ گفتار اور بلندیٔ کردار کا بہترین مرقع و نمونہ تھی اور پھر دنیا کی مسلمہ سیاسی اقدار کے برعکس مسٹر بھٹو اپنی کامرانی کے بعد زمانۂ انتخابات کی تلخی کو گھٹانے کے بجائے مسلسل بڑھاتے چلے گئے

اس کے ساتھ ہی ساتھ انھوں ہر اس شخص سے بات کرنے کا حق سلب کرنا چاہا جو کسی بھی اندرونی و بیرونی سبب کی بنا پر الیکشن ہار چکا تھا یا جو مغربی پاکستان میں ان کی

اکثریتی پارٹی سے تعلق نہ رکھتا تھا، اور خود ہر مسئلہ پر گفتگو کرنا اپنا حق اور منصب شمار کر لیا جاتا ہے اس سے انہیں آگاہی ہو یا نہ ہو۔ اور اس کی زندہ مثال ان کا وہ حالیہ بیان ہے جس میں انھوں نے کوڑوں کی سزا کو شرف انسانی کی توہین اور اس کے استعمال کو وحشیانہ قرار دیا اور جس پر ان کے پنجابی نقیب، روزنامہ "مساوات" نے یہاں تک لکھ مارا کہ کسی بھی تہذیب یافتہ معاشرہ میں کوڑوں کی سزا کا وجود نہیں پایا جاتا۔ اور پھر اس ساری جہالت کے جواز کے لئے سہارا لیا عوامی نمائندگی کا۔

حالانکہ کوڑوں کی سزا کو وحشیانہ قرار دینے والے بھٹو اور اسے غیر تہذیب یافتہ معاشرہ سے متعلق کہنے والے مدیر "مساوات" کو اس بات کے کہنے کی توفیق تک نہ ہوئی کہ جن جرائم پر یہ سزا دی جاتی ہے وہ کس قدر وحشیانہ اور غیر انسانی ہیں، ان کی نگاہ سزا پر تو گئی جرم پر نہیں۔

اور نیز یہ کہ انھیں اس کا احساس تک نہیں کہ کوڑوں کی سزا تو خود خداوند لم یزل نے اپنے آخری رسول پر اترنے والی اپنی آخری کتاب میں مقرر فرمایا اور رسول اکرمؐ نے اسے معاشرے کے مہذب اور شریف بنانے کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے، لیکن عوامی نمائندگی کے نام پر مسٹر بھٹو اور ان کے نقیب اسے غیر انسانی اور وحشیانہ قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں۔

کیا مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو پاکستان کے دو صوبوں میں معمولی کامیابی سے یہ اختیارات حاصل ہو گئے ہیں کہ وہ اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں کو وحشی اور انہیں شرف انسان کی توہین بتلائیں؟ یا مدیر "مساوات" یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا پُر از معاصی اور فسق و فجور سے اٹا ہوا زمانہ تو مہذب و متمدن ہے اور معلم تہذیب اور مؤسس تمدن و اخلاق کا دور مبارک (عیاذاً باللہ) غیر تہذیب یافتہ تھا؟

اور تعجب بر تعجب کہ ایک ایسے زمانے میں جب کہ پاکستان میں اغوا، عصمت دری، خونریزی ڈاکہ زنی، قمار بازی اور رشوت ستانی ایسی لعنتیں اپنے پورے شباب پر ہیں، پیپلز پارٹی کے سربراہ کو اعتراض ہے تو ان پر نہیں بلکہ اس پر کہ ان کی بیخ کنی کے لئے کوڑوں کی سزا کیوں دی جاتی ہے گویا سنگ رابستند و سگاں را کشودند کی تلقین فرمائی جاری ہے۔

بہر حال عوامی نمائندگی اور انتخابی کامیابی کا یہ وہ معنی و مفہوم ہے جس سے دُنیا کوئی لغت آشنا نہیں، اور نہ ہی کسی ڈکشنری میں اس کا یہ ترجمہ پایا جاتا ہے، اور جس کی ایجاد کا سہرا صرف اور صرف مسٹر بھٹو یا ان کے ان حواریوں موالیوں کے سر بندھتا ہے جن کا مبلغ صرف ان کے افکار اور ان کی گفتار تک محدود اور جن کا وجود و شہرہ صرف ان کی ذات کا رہینِ منت ہے۔

چنانچہ یہی وُہ اسباب ہیں جنھوں نے جمہوریت پر یقین اور اسلامی اقدار پر ایمان رکھنے والے محبِ وطن عناصر کو نیز مسٹر بھٹو کی فسطائیت اور آمریت کے خطرے نے اس بات پر مجبور کر دیا کہ وُہ اخلاقی و رُوحانی اقدار کو بچانے اور ملکی سالمیت کو محفوظ رکھنے کے لئے ملک کو جناب بھٹو کی دستبرد سے پناہ میں رکھنے کی جدوجہد کریں کہ ہنوز اختیار و اقتدار سے محروم ہیں تو فکس اپ اور کھال کھنچوانے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اگر سر پر اسپتہ اقتدار ہوگئے تو نہ جانے کتنے بے گناہوں کے خون سے اپنا خوان سجائیں گے اور اس پر مستزاد ملکی حالات، مشرقی پاکستان میں ابتری، عوامی لیگ کی علیحدگی پسندی کی تحریک اور وطن کی سرحدوں پہ ہندو افواج کا اجتماع، بین الاقوامی سازشیں اور پیپلز پارٹی کے بونے لیڈروں کی ہنگامہ آرائیاں اور قلابازیاں، ان سب چیزوں نے مل کر انتقال اقتدار کے مسئلے کو ملک دوست افراد کے لئے اور زیادہ تشویشناک بنا دیا ہے۔ اور وُہ سب اس وقت ایک بات پر متفق اور متحد ہیں کہ جب تک تمام حالات ٹھیک نہیں ہو جاتے تب تک کسی سیاسی پارٹی کو اقتدار منتقل نہیں کرنا چاہیئے اور حالات کی دُرستگی میں پیپلز پارٹی کے سربراہ اور اس کے دیگر چھوٹے لیڈروں کی ہوش بھی شامل ہے۔ کہ ایک آمرانہ ذہن اور ڈکٹیٹرانہ مزاج رکھنے والے شخص یا پارٹی سے ملک کو بچانا بھی جمہوری عمل ہے